مولانا حافظ محمد نعیم صدیقی
دار المصنفین اعظم گڑھ

کردار شکنی کا المیہ

اسلام کی اخلاقی تعلیمات یہاں اسلام کی تمام اخلاقی تعلیمات کا استقصا مقصود نہیں ہے۔ نہ اس مقالہ میں اس کی گنجائش ہی ہے۔ ان اخلاقی تعلیمات کو اسلام نے تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ حقوق، فضائل ورذائل اور آداب۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی لاتعداد اقسام ہیں۔ ہمیں اس وقت صرف ان بعض اخلاق فاضلہ اور اخلاقی رویہ سے بحث ہے جن کا فی زمانہ عموم وشیوع ہے اور جن کا فقدان باوجود بیسویں صدی کے سماج بالخصوص مسلم معاشرہ کا ایک عظیم المیہ ہے۔

سورۂ فرقان میں خدا کے اچھے بندوں کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے:۔

(۱) وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما۔	خدا کے وہ بندے جو زمین میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور جاہل جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں۔
(۲) والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلك قواما۔	اور جب وہ خرچ کریں تو نہ تو فضول خرچی کریں اور نہ تنگی کریں۔ اور دونوں کے بیچ کی راہ ہو۔
(۳) ولا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق ولا یزنون۔	اور جو ناحق کسی بے گناہ کی جان نہیں لیتے اور نہ بدکاری کرتے ہیں۔
(۴) والذین لا یشهدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما۔	اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ بیہودہ مشغلہ کے پاس سے گذریں تو شریفانہ وضع سے گذر جائیں۔

یہ تمام آیتیں سورہ فرقان کے صرف آخری چھوٹے سے رکوع سے ماخوذ ہیں۔ اور ان میں سات اخلاقی محاسن یکجا کر دیے گئے ہیں یعنی عاجزی و فروتنی، بردباری، اعتدال و توسط، رحم دلی، عفت، صدق

اور متانت و سنجیدگی۔ اسی طرح پورا کلام پاک اخلاقی تعلیمات سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ ذکر کیا گیا ذیل میں صرف ان چند محاسن و رذائل اخلاق کا ایک آئینہ پیش کیا جاتا ہے جن کا فقدان یا وجود موجودہ سوسائٹی کا بہتا ہوا ناسور ہے۔ ہر شخص کو اس آئینہ میں اپنا عکس دیکھکر احتساب نفس اور اصلاح کی فکر کرنا چاہیے۔

راست گفتاری اخلاقیات میں راست گوئی کی صفت کو سب سے اہم درجہ حاصل ہے۔ آج جب کہ اخلاقی انحطاط کا بازار گرم ہے، تمام دنیا میں جھوٹ، فریب اور ریاکاری کا دور دورہ ہے، اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان صحیح معنی میں مسلمان بنے، اپنے اللہ کو راضی کرنے اور اپنی گذشتہ عظمت کو قائم کرنے کے لیے راست گفتاری کو اپنا شعار بنائیں۔ انسان کے ہر قول و عمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لیے اُس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں۔ جو سچا نہیں اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے۔ اور جو سچا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے۔

آج راست بازی کے معنی عام طور پر صرف سچ بولنے کے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر درحقیقت اس لفظ کا مفہوم وسیع ہے۔ صدق کے مظاہر میں زبان و دل کی ہم آہنگی، قول و عمل کی مطابقت، ظاہر و باطن کی یکرنگی اور عقیدہ و فعل کی ہم عنانی سب شامل ہے۔ کیسے ہی خطرات کا سامنا اور شدائد کا اندیشہ ہو، قدم جادۂ حق سے نہ ڈگمگائے۔ ذاتی نفع نقصان کا لحاظ کیے بغیر قلب کی سچائی کے ساتھ حق بات کہنا اور حق پر عمل کرنا ایک مؤمن کامل کی شان ہے۔ اظہار حق میں کبھی پس و پیش نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے انسان کے اندر جرأت و استقامت کی صفات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

یاایھاالذین آمنوا اتقو اللّٰہ و	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راست
قولوا قولاً سدیداً (احزاب ع ۸)	گوئی و صداقت شعاری اختیار کرو۔

اللہ جل شانہٗ نے صدق کو ایمان و اسلام اور اس کے مقابل کذب کو نفاق و کفر کی علامت قرار دیا ہے، فرمایا

لیجزی اللّٰہ الصادقین بصدقھم	تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے
و یعذب المنافقین ان شاء (احزاب ع)	اور منافقین کو سزا دے اگر چاہے۔

حافظ منذری نے "الترغیب والترہیب" میں کئی صحابیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مومن میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر خصلت ہو سکتی ہے یطبع المؤمن علی الخلال کلھا إلا الخیانۃ والکذب (مسند احمد) کیونکہ یہ جوہر ایمان کے منافی ہے دوسری جگہ فرمایا کسی بندہ کا ایمان پورا نہیں ہوگا جب تک وہ جھوٹ کو ہر طرح سے نہ چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ مذاق اور جھگڑے میں بھی۔ اگرچہ وہ حق ہی پر کیوں نہ ہو" (باب الترغیب فی الصدق)

زبان کے ساتھ ساتھ صدق کا تعلق دل سے بھی ہے۔ اگر حق گوئی میں زبان کے ساتھ دل بھی ہم آہنگ ہو تو اسی کا دوسرا نام اخلاص ہے۔ اور اگر انسان زبان سے سچ بات کا اظہار کرے لیکن دل کی تہ میں چور چھپا ہو تو اسی کو نفاق کہا جاتا ہے۔ آج انسان اپنی چشم بینا کے سامنے بعض ناگوار حقائق کو دیکھتا ہے۔ دل میں اس کے خلاف نفرت کا ایک الاؤ ابل رہا ہوتا ہے۔ لیکن اپنے جسمانی وجود کی راحت، ذاتی منفعت اور دنیا طلبی کی خاطر اپنے ضمیر کی خلش کے علی الرغم ظاہر میں اس حقیقت کی حمایت کرتا ہے۔ یہ بھی نفاق کی قسم ہے۔ منافقین حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی رسالت کا زبانی اقرار کرتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ اقرار ان کے ضمیر کے خلاف تھا اس لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا

واللہ یشھد ان المنافقین لکذبون (المنافقون ع۱) اور اللہ جتائے دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

یعنی ان کے دل میں کچھ رہتا ہے اور زبان پر کچھ۔ معلوم ہوا کہ صدق زبان سے دل کی صحیح ترجمانی کا نام ہے۔ اسی طرح اگر کسی عمل کی دلی غرض کچھ اور ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے۔ تو وہ بھی جھوٹ کی تعریف میں داخل ہے۔ ترمذی نے کتاب الزہد باب الریاء والسمعہ میں حضرت ابو ہریرہ سے حدیث نقل کی ہے کہ قیامت کے دن خدا کے حضور میں ایک عالم، ایک شہید اور ایک دولت مند پیش کیے جائیں گے۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا توشۂ آخرت ہمراہ لائے تو ہر ایک اپنے علم، دولت اور جانبازی کے کارنامے بیان کرے گا اور کہے گا کہ ہم نے یہ سب کچھ تیری رضا ہی کے لیے کیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہوگا تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمہارا مقصد عالم، سخی اور شہید کہلانا تھا (یعنی تم نے یہ سب ناموری اور دنیا میں بڑا بننے کے لیے کیا تھا) سو دنیا میں تمہارا یہ مقصد پورا ہو چکا۔ اب کندۂ جہنم بنائے جاؤ گے۔" اس حدیث کو امام مسلم نے بھی اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے۔

عمل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام ضمیر کے مطابق ہو۔ (ضمیر کی تعریف اور اس کی آواز کے بارے میں ہم آئندہ تفصیل سے لکھیں گے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے صدق عمل کے مختلف مدارج تحریر فرمائے ہیں ان میں سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کی زبان کا ہر حرف، دل کا ہر ارادہ اور عمل کی ہر جنبش حق و صداقت کا پورا مظہر ہو جائے۔ قرآن نے ایسے ہی لوگوں کو صدیق کہا ہے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ دل سے مانتے ہیں، عمل سے اس کی تصدیق اور زبان سے اس کا برملا اقرار اور یقین کی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں (سیرت النبی ج۶ ص ۳۱) اور جو لوگ علم و عمل کے اس درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں ان کو شریعت کی زبان میں "صدیق" کہتے ہیں۔ جو نبوت کے بعد انسانیت کا سب سے اونچا مرتبۂ کمال ہے۔

راست بازی کے مفہوم کی مذکورہ بالا وسعتوں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آج کا وہ صحافی جو روزانہ بے بنیاد خبریں شائع کرتا ہے۔ وہ سیاستدان جو عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اُن کے سامنے مسائل و معاملات کی غلط اور الٹی تصویریں پیش کرتا ہے، وہ سیاسی حاشیہ نشیں جو ایمان و ضمیر کا سودا کر کے باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے اپنے قلم و زبان کی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے۔ وہ مفاد پرست طبقہ جو حقیر متاع دنیا کی خاطر اجتماعی مفادات کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ وہ صاحب علم اور اہل قلم جو زہر کو زہر کہنے کی جرأت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یہ سب ایک عظیم ترین گناہ کے مرتکب اور سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

خودداری اور عزت نفس

یہ وہ اخلاقی وصف ہے جس سے انسان اپنی عزت، اپنے مرتبہ اور اپنی حیثیت کی حفاظت کرتا ہے۔ معاشرتی زندگی کے تمام حالات میں انسان کو اپنی حیثیت اور عزت کے محفوظ رکھنے کے لیے اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں یہ وصف نہ ہوگا اس میں نہ نظر کی وسعت ہوگی نہ خیال کی رفعت، نہ اخلاق کی بلندی اور نہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت ہوگی۔

یہ عزت اور وقار سب سے پہلے تو خدائے عز و جل کی بلند و برتر ذات کے لیے سزاوار ہے جو تمام عزتوں کا منبع و مرکز ہے۔ اور اس کے وسیلہ سے انسان کو جو عزت حاصل ہوتی ہے وہی سچی عزت ہے۔

منافقوں کو خطاب کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ (منافقون۔ ع ۱)	اور عزت تو اللہ کے لیے ہے، اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے

اس آیت نے مسلمانوں کو ایمان کی وہ عزت بخشی ہے جو کبھی چھینی نہ جا سکے گی۔ اس لیے ہر مسلمان کا سر ہر باطل کے سامنے اونچا رہنا چاہیے۔ اور اس کو اپنی دینی خودداری کو ہر وقت محسوس کرنا چاہیے۔ اور اس لیے اس کو بہترین اخلاق کا نمونہ بن کر سامنے آنا چاہیے۔ تعلیم محمدی کے اثر سے صحابہ کرام کے دل اس صحیح خودداری کے احساس سے ہمیشہ معمور رہتے تھے۔ چنانچہ جب وہ قیصر و کسریٰ کے مقابلہ میں صف آرا تھے تو ان کی اسلامی خودداری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی مسلمان اُس وقت کی دنیا کے ان سب سے بڑے بادشاہوں کے دربار میں بے دھڑک گھستا چلا جاتا تھا۔ اور پوری دلیری، جرأت اور آزادی کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ مسلمان جب تک اپنے اس اسلامی شعار پر قائم رہے۔ ان کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کی ساری دنیا معترف رہی۔

بعض لوگ غلط فہمی کے باعث خودداری کے استعمال و اظہار کو کبر و غرور میں شمار کرنے لگتے ہیں۔ علامہ شہاب الدین آلوسی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں شیخ ابو حفص سہروردی کا یہ قول نقل کیا ہے:-

العزة غیر الکبر لأن العزة معرفة	عزت نفس (خودداری) غرور سے الگ چیز ہے
الإنسان بحقیقة نفسه واکرامها	کیوں کہ خودداری میں اپنی ذات کی حیثیت
عن أن لا یضعها لأقسام عاجلة	کو جاننے اور اس کو اس سے بالا تر رکھنے
دنیویة کما أن الکبر جهل الانسان	اور بچانے کا نام ہے کہ وہ دنیا کی فانی
بنفسه وانزالها فوق منزلتها	چیزوں کے لیے پستی میں نہ اتر جائے اور غرور
فالعزة ضد الذلة کما	اپنی ذات کی اصلی حیثیت کو فراموش کر جانے اور اسکو
أن الکبر ضد التواضع	اس کی جگہ سے بلند کرنے کو کہتے ہیں پس عزت
(روح المعانی ۲۸/۱۰۲)	نفس (خودداری) "ذلت" کی ضد ہے جس طرح کہ غرور
	وتکبر تواضع وخاکساری کی ضد ہے۔

امام فخر الدین رازی نے معمولی تغیر کے ساتھ اس قول کو نقل کرنے کے بعد مزید لکھا ہے:-

فلا یحل للمؤمن أن یذل نفسه	کسی مومن کے لیے اپنی ذات کو گرانا جائز نہیں
.... العزة تشبه الکبر من	ہے .... خودداری ظاہری شکل و صورت
حیث الصورة وتختلف من حیث	کے لحاظ سے تو کبر و غرور کے مشابہ ہے لیکن

الحقیقۃ کاشتباہ التواضع بالضعۃ والتواضع محمود ولکن الضعۃ مذمومۃ کذالک الکبر مذموم والعزۃ محمودۃ

(تفسیر کبیر ۱/ ۲۹۰)

اصلیت اور حقیقت کے لحاظ سے اس سے بالکل مختلف ہے جس طرح تواضع وانکسار ظاہر میں خود کو گرانا اور پست کرنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ تواضع کی صفت قابل ستائش ہے اور خودی کو پست کرنا قابل مذمت چیز ہے اس طرح غرور وتکبر قابل مذمت اور خودداری قابل تعریف وصف ہے۔

استاذ الاساتذہ علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرت جلد ششم میں لکھا ہے کہ "یہ خودداری عین شرافت ہے۔ جس میں یہ وصف نہیں لوگوں کی آنکھوں میں اس کا وقار نہیں۔ اسلام میں صفائی ستھرائی کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ گندگی کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں حقیر نہ معلوم ہو۔ ایک شخص حضور اکرم کی خدمت میں نہایت کم حیثیت کپڑے پہن کر آیا۔ فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ اس نے کہا اونٹ، بکری، گھوڑے، غلام سب کچھ ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جب خدا نے تم کو مال دیا ہے تو خدا کے فضل واحسان کا اثر تمہارے جسم سے بھی ظاہر ہونا چاہیے۔ (سیرت ۶/ ۵۴۰)

فقر و فاقہ کی حالت یا حرص وطمع کے موقع پر انسان سے جو خودداری ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شریعت کی اصطلاح میں تعفف اور استعفاف ہے اور قرآن نے اصحاب صفہ کے اس وصف سے متصف ہونے کا ذکر نہایت ستائشی انداز میں کیا ہے۔

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا

(البقرہ ع ۳۷)

(صدقہ تو ان) حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں محصور (یعنی گھر سے بیٹھے) بیٹھے ہیں۔ ملک میں کسی طرف کو جا نہیں سکتے ناواقف لوگ ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتے ہیں تم ان کو ان کی صورت سے پہچان لوگے۔ (کہ وہ ضرورتمند ہیں) وہ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔

سوال یعنی مانگنے کی سب سے مبتذل صورت گداگری ہے۔ اور اسلام نے اس کی نہایت شدت سے ممانعت کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ہمیشہ بھیک مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔ یہ اس کی اس حالت کی تمثیل ہوگی کہ دنیا میں اس نے اپنی خودداری کو قائم نہیں رکھا اور اپنی عزت و آبرو گنوا دی۔

اسی طرح تنگدستی کی حالت میں دوسروں سے اعانت کی درخواست کرتے پھرنا بھی خودداری یا کم از کم کمال خودداری کے منافی ہے۔ جو ایک ایمانی صفت اور ایمان کا تقاضا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لیے خداداد نعمتِ ایمان وہ عزت و دولت ہے۔ جس کے مقابلہ میں ساری نعمتیں اور دولتیں ہیچ ہیں۔ مومن حقیقی خدا کے سوا کسی کی طرف رخ نہیں کرتا۔ وہ کسی کے سامنے نہیں جھکتا وہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنا پایہ ساری دنیا سے بلند سمجھتا ہے۔ اور یقین رکھتا ہے کہ عزت و ذلت صرف خدا کے ہاتھ ہے اس خودداری کو قائم رکھنا اسلام کی عزت و سربلندی کو قائم رکھنا ہے۔ اور اس فیض تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آج بھی جب ہم کسی مسلمان کو پست کردار دیکھتے ہیں تو یہ کہکر اس کی اسلامی خودداری کو بیدار کرتے ہیں کہ "مسلمان ہوکر ایسا کرتے ہو" یعنی اسلام کی نعمت سے بہرہ ور شخص ایسی دناءت اور پستی کا کام کس طرح کر سکتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انسان کے اپنے مقام سے گرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا رشتہ خالق کائنات سے کٹ جاتا ہے۔ یہ خود فراموشی کی لعنت لازمی نتیجہ ہوتی ہے خدا فراموشی کا جیسا کہ قرآن میں یہ حقیقت نہایت واضح الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے۔

ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم (الحشر ۳)	اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنھوں نے خدا کو فراموش کر دیا۔ تو اللہ نے انھیں خود فراموشی میں مبتلا کر دیا۔

(باقی)